© rasailojaraid.com

کیا یہ لٹریچر قابلِ ضبط نہیں۔؟

بلا تنقید و تبصرہ

یہ پرویزی اسلام ہے

مسٹر غلام احمد پرویز بی۔ اے پنشنر حکومت پاکستان کے اسلامی معتقدات"

ایران کے بادشاہ پرویز کا نام آپ نے یقیناً سُنا ہوگا۔؟ یہ وہی نالائق شخص تھا جس نے مارے غصّہ کے حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے نامہ گرامی کو جو آپؐ نے دعوتِ اسلام کے سلسلہ میں اس کو بھیجا تھا، نہایت گستاخی کے ساتھ چاک کر دیا تھا۔ آج آپ کے ملک میں بھی اُسی کا ہمنام پرویز موجود ہے جو بعینہٖ وہی کام انجام دے رہا ہے جو سابق پرویز نے انجام دیا تھا یہ بھی چاہتا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مبارک تعلیم کا ایک ایک نقش دنیا کے پردہ سے مٹا ڈالے۔ آپ اس کے عقائد و نظریات خود اس کے قلم سے سنئے اور فیصلہ کیجئے کہ کیا یہی اسلام ہے؟ اور کیا یہ لٹریچر اس قابل ہے کہ اسے قومی اور انتظامی اداروں اور اہم تعلیمی مراکز و دفاتر میں نہ صرف موقعہ دیا جائے، بلکہ اس کے لئے سہولت بہم پہنچائی جائے۔؟

اللہ و رسول ۱۔ اللہ، رسول سے مراد ہے مرکزِ ملت (CENTRAL AUTHORITY)۔ اور اولی الامر سے مراد افسرانِ ماتحت۔ (معارف القرآن از پرویز ج ۴ ص ۶۲۶ شائع کردہ ادارہ طلوعِ اسلام کراچی)

۲۔ قرآنِ کریم میں جہاں اللہ اور رسول کا ذکر آیا ہے اس سے مراد مرکزِ نظامِ حکومت ہے۔ (معارف القرآن ص ۶۲۳ ج ۴)

۳۔ بالکل واضح ہے کہ اللہ و رسول سے مراد مرکزِ حکومت ہے۔ (معارف القرآن ج ۴ ص ۶۲۴)

۴۔ اللہ و رسول سے مراد ہی مرکزِ ملّت ہے۔ (معارف القرآن ج ۴ ص ۶۵۴)

۵۔ اللہ و رسول سے مراد مسلمانوں کا "امام" ہے۔ (معارف القرآن ج ۴ ص ۶۲۴)

۶۔ بعض مقامات پر اللہ اور رسول کے الفاظ کے بجائے قرآن اور رسول کے الفاظ بھی آتے ہیں، جن کا مفہوم بھی وہی ہے یعنی مرکزِ ملت جو قرآنی احکام کو نافذ کرے۔ (معارف القرآن ج ۴ ص ۶۳)

© rasailojaraid.com

۱۔ قرآنِ کریم میں مرکزِ ملت کو اللہ اور رسول کے الفاظ سے تعبیر کیا گیا۔ (معارف القرآن ج ۴ ص ۶۲۴)

اللہ اور رسول کی اطاعت | ا۔ اللہ اور رسول کی اطاعت سے مراد "مرکزی حکومت کی اطاعت ہے، جو قرآنی احکام کو نافذ کرے گی۔" (اسلامی نظام از پرویز ص ۷، شائع کردہ ادارۂ طلوعِ اسلام کراچی)

۲۔ اللہ اور رسول یعنی "مرکزِ نظامِ ملت" کی اطاعت کی تاکید کی گئی ہے۔ (معارف القرآن ج ۴ ص ۶۳۱)

۳۔ رسول اللہ کے بعد خلیفۃ الرسول رسول اللہ کی جگہ لے لیتا ہے۔ اور اب خدا و رسول کی اطاعت سے مراد یہی جدید مرکزِ ملت کی اطاعت ہوتی ہے۔ (معارف القرآن ج ۴ ص ۶۰۶)

۴۔ اس آیتِ مقدسہ میں عام طور پر اولی الامر سے مراد لئے جاتے ہیں اربابِ حکومت (مرکزی اور ماتحت سب کے سب) اور اس کی تشریح یوں کی جاتی ہے، کہ اگر قوم کو حکومت سے اختلاف ہو جائے تو اس کے تصفیہ کا طریقہ یہ ہے کہ قرآن (اللہ) اور حدیث (رسول) کو سامنے رکھ کر مناظرہ کیا جائے اور جو ہار جائے فیصلہ اس کے خلاف ہو جائے۔ ذرا غور فرمائیے کہ دنیا میں کوئی نظامِ حکومت اس طرح قائم بھی رہ سکتا ہے کہ جس میں حالت یہ ہو کہ حکومت ایک قانون نافذ کرے اور جس کا جی چاہے اس کی مخالفت میں کھڑا ہو جائے اور قرآن و احادیث کی کتابیں بغل میں داب کر مناظرہ کا چیلنج دیدے۔ ؎

اس آیتِ مقدسہ کا مفہوم بالکل واضح ہے کہ اس میں اللہ اور رسول سے مراد "مرکزِ ملت (CENTRAL AUTHORITY) ہے اور اولی الامر سے مفہوم افسرانِ ماتحت۔ اس سے مطلب یہ ہے کہ اگر کسی مقامی افسر سے کسی معاملہ میں اختلاف ہو جائے تو بجائے اس کے کہ وہیں مناقشہ شروع کر دو امرِ متنازع فیہ کو مرکزی حکومت کے سامنے پیش کر دو اسے مرکزی حکومت کی طرف REFER کر دو۔ مرکز کا فیصلہ سب کے لئے واجب التسلیم ہوگا۔ (اسلامی نظام ص ۱۱۰، ۱۱۱)

اللہ نہیں بلکہ اس کا قانون | ویمح اللہ الباطل ویحق الحق بکلمتہ ۴۲/۲۴ خدا کا قانون کائنات تخریبی قوتوں کے نتائج کو مٹا دیتا ہے اور تعمیری قوتوں کے نتائج کو برقرار رکھتا ہے جو ٹھوس شکل میں موجود رہتے ہیں۔ (لغات القرآن ج ۲ ص ۵۳۰)

والذی اخرج المرعیٰ فجعلہ غثاءً احویٰ ۸۷/۵ خدا کا قانون زمین سے چارہ نکالتا ہے۔ پھر اسے خشک کر کے بالکل سیاہ رنگ کا کوڑا کرکٹ بنا دیتا ہے۔ (لغات القرآن ج ۲ ص ۵۶۵)

دعا، پکارنے کا تعلق بھی خدا کے قانون سے ہے ہم اسی کے قانون کو آواز دیتے ہیں۔ اور

؎ دین اور اہلِ دین سے برگشتہ کرنے میں پرویز کا کردار بھی وہی ہے جو کمیونسٹوں کا ہے۔

© rasailojaraid.com

جب ہم اس کے متعلق عمل کرتے ہیں تو وہ ان اعمال کے مشہود نتائج کو سامنے لاکر ہماری پکار کا جواب دیتا ہے۔ (لغات القرآن ج ۲ ص ۶۶۱)

اس گوشہ میں جہاں کہا جاتا ہے کہ اللہ ایسا کرتا ہے یا اللہ نے ایسا کیا تو اس کے معنی ہیں کہ اللہ کا قانون اس طرح کرتا ہے۔ (من ویزداں ص ۳۰۰)

یذکرون اللہ قیاماً وقعوداً وعلیٰ جنوبھم ۳/۱۹۱ وہ اٹھتے بیٹھتے لیٹتے ہر وقت قانون خداوندی کو اپنے سامنے رکھتے ہیں۔ قلب و نگاہ کا اس ایک نقطہ پر مرتکز ہونا "دعا" کہلاتا ہے۔ یعنی قدم قدم پر قانون خداوندی کو پکارنا۔ (من ویزداں ص ۳۳۰)

(ذرا ملاحظہ فرمایئے! قرآن کریم کی آیات کو کس جرأت کے ساتھ مسخ کیا جا رہا ہے اور اللہ تعالیٰ کی ذات سے بغاوت کی جا رہی ہے، یاد رکھئے "قانون خدا" سے مراد "پرویزی مذہب" میں فطری قوانین ہوتے ہیں۔)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم | اس نظام میں اور تو اور خود "داعی نظام" یعنی رسول کی حیثیت بھی کسی حاکم اور آمر کی نہیں ہوگی۔ بلکہ جماعت کے ایک فرد کی ہوگی (نظام ربوبیت ص ۱۵۸)

نبوت | "باہمہ رفتن" اور "بے ہمہ شدن" یہ ہے فرد اور جماعت کا تعلق یہی وجہ ہے کہ جب نبی اکرم پر حقائق کائنات کو منکشف کیا گیا، جسے "نبوت" کہتے ہیں۔ تو آپ کو حکم دیا گیا کہ اب اٹھو اور افراد معاشرہ کو ایک قافلہ کی شکل میں ترتیب دو "مزمل" کے یہی معنی ہیں۔ (نظام ربوبیت ص ۱۸۴)

رسول کو قطعاً یہ حق نہیں کہ لوگوں سے اپنی اطاعت کرائے۔ | "یہ تصور قرآن کی بنیادی تعلیم کے منافی ہے کہ اطاعت اللہ کے سوا کسی اور کی بھی ہو سکتی ہے۔ حتیٰ کہ خود رسول کے متعلق واضح اور غیر مبہم الفاظ میں بتلا دیا گیا ہے کہ اسے بھی قطعاً یہ حق حاصل نہیں ہے، کہ لوگوں سے اپنی اطاعت کرائے، لہٰذا اللہ و رسول سے مراد وہ مرکز نظام دین ہے، جہاں سے قرآنی احکام نافذ ہوں۔ (معارف القرآن ج ۴ ص ۶۱۶)

رسول کی حیثیت | ۱۔ اور تو اور انسانوں میں سب سے زیادہ ممتاز ہستی (محمد) کی پوزیشن بھی اتنی ہی ہے کہ وہ اس قانون کا انسانوں تک پہنچانے والا ہے، اسے بھی کوئی حق نہیں کہ کسی پر اپنا حکم چلائے۔ خدا اپنے قانون میں کسی کو شریک نہیں کرتا۔ (سلیم کے نام از پرویز ج ۲ ص ۴۳ شائع کردہ ادارۂ طلوع اسلام لاہور)

۲۔ پھر اسے بھی سوچئے کہ محبت رسول سے مفہوم کیا ہے۔؟ یہ مفہوم قرآن نے خود متعین کر دیا ہے، جب نبی اکرم خود موجود تھے تو بحیثیت مرکز ملت "آپ کی اطاعت فرض اولین تھی۔" (مقام حدیث از پرویز ج ۱ ص ۱۹ شائع کردہ ادارہ طلوع اسلام کراچی)

© rasailojaraid.com

رسول کی اطاعت اس لئے نہیں کہ وہ زندہ نہیں | "عربی زبان میں اطاعت کے معنی ہی کسی زندہ کے احکام کی تابعداری ہے، اسلامی نظام میں اطاعت امام موجودگی ہوگی جو قائم مقام ہوگا ــــ "خدا اور رسول کا" یعنی "مرکز نظامِ حکومتِ اسلامی" ۔ (اسلامی نظام ص ۱۱۲)

ختم نبوت کا مطلب | ۱۔ ختم نبوت سے مراد یہ ہے کہ اب دنیا میں انقلاب شخصیتوں کے ہاتھوں نہیں بلکہ تصورات کے ذریعہ رونما ہوا کرے گا۔ اور انسانی معاشرہ کی باگ ڈور اشخاص کی بجائے نظام کے ہاتھ میں ہوا کرے گی۔" (سلیم کے نام پندرھواں خط از پرویز ص ۵۰، طبع اول، اگست ۱۹۵۳ء شائع کردہ ادارہ طلوع اسلام کراچی)

۲۔ "اب سلسلۂ نبوت ختم ہو گیا ہے۔" اس کے معنی یہ ہیں کہ اب انسانوں کو اپنے معاملات کے فیصلے آپ کرنے ہوں گے۔ صرف یہ دیکھنا ہوگا کہ ان کا کوئی فیصلہ ان غیر متبدل اصولوں کے خلاف نہ ہو جائے جو وحی نے عطا کئے ہیں، اور جو اب قرآن کی دفتین میں محفوظ ہیں۔ (سلیم کے نام اکیسواں خط ج ۲ ص ۱۲۰)

۳۔ تم نے دیکھ لیا سلیم! کہ ختم نبوت کا مفہوم یہ تھا کہ اب انسانوں کو صرف اصولی راہنمائی کی ضرورت ہے۔ ان اصولوں کی روشنی میں تفصیلات وہ خود متعین کریں گے لیکن ہمارے ہاں یہ عقیدہ پیدا ہو گیا۔ (اور اسی عقیدہ پر مسلمانوں کا عمل چلا آ رہا ہے) کہ زندگی کے ہر معاملہ کی ہر تفصیل بھی پہلے سے متعین کر دی گئی ہے۔ اور ان تفاصیل میں اب کسی قسم کا رد و بدل نہیں ہو سکتا۔ یہ عقیدہ اس مقصد عظیم کے منافی ہے، جس کے لئے ختم نبوت کا انقلاب عمل میں آیا تھا ــــ" (سلیم کے نام بیسواں خط ج ۲ ص ۱۰۳)

قرآن عبوری دور کے لئے | ۱۔ اب رہا یہ سوال کہ اگر اسلام میں ذاتی ملکیت نہیں تو پھر قرآن میں وراثت وغیرہ کے احکام کس لئے دئے گئے ہیں، سو اس کی وجہ یہ ہے کہ قرآن انسانی معاشرہ کو اپنے متعین کردہ پروگرام کی آخری منزل تک آہستہ آہستہ بتدریج پہنچاتا ہے۔ اس لئے وہ جہاں اس پروگرام کی آخری منزل کے متعلق اصول اور احکام متعین کرتا ہے۔ عبوری دور کے لئے بھی ساتھ ساتھ رہنمائی دیتا چلا جاتا ہے۔ وراثت، قرضہ، لین دین، صدقہ وخیرات سے متعلق احکام اس عبوری دور سے متعلق ہیں جس میں سے معاشرہ گزر کر انتہائی منزل تک پہنچتا ہے ــــ (نظام ربوبیت از پرویز، تعارف ص ۲۵ شائع کردہ ادارۂ طلوع اسلام کراچی)

۲۔ قرآن میں صدقہ وخیرات وغیرہ کے لئے جس قدر ترغیبات و تحریصات یا احکام د

© rasailojaraid.com

ضوابط آتے ہیں وہ سب اسی عبوری دور (TRANSITIONAL PERIOD) سے متعلق ہیں ——
(نظام ربوبیت ص ۱۶۷)

۳- اس نظام کے قیام کے بعد کوئی مفلس اور محتاج باقی نہیں رہ سکتا۔ لہذا مفلسوں اور محتاجوں کے متعلق اس قسم کے احکام صرف عبوری دور سے متعلق ہیں۔ (سلیم کے نام، دوسرا خط ج ا ص ۲۲ شائع کردہ ادارۂ طلوعِ اسلام لاہور)

شریعت محمدیہ منسوخ

۱- "طلوعِ اسلام" بار بار متنبہ کرتا رہتا ہے۔ اور اب پھر ملّت کو متنبہ کرتا ہے۔ کہ خدا کے لئے ان چور دروازوں کو بند کرو۔ دین کی بنیاد صحیح قرآن اور فقط قرآن ہے، جو ابدالآباد تک کے لئے واجب العمل ہے۔ روایات اس عہد مبارک کی تاریخ ہیں کہ رسول اللہ صلعم والذین معہ نے اپنے عہد میں قرآنی اصول کو کسطرح متشکل فرمایا تھا، یہ اس عہد مبارک کی شریعت ہے۔ قرآنی اصول کی روشنی میں کسی فردِ[1] واحد کو جزئیات مستنبط کر کے اپنے عہد کیلئے شریعت بنا دینے کا حق نہیں ہے، خواہ وہ کتنا ہی اتباع محمدی (بقول مرزا) کتنا ہی مزاج شناسی رسول (بقول مودودی) کا دعویدار کیوں نہ ہو۔ بلکہ یہ حق صرف صحیح قرآنی خطوط پر قائم شدہ مرکزِ ملت اور اس کی مجلس شورٰی کا ہے کہ وہ قرآنی اصول کی روشنی میں صرف ان جزئیات کو مرتب و مدوّن کر سکے جن کی قرآن نے کوئی تصریح نہیں کی۔ پھر یہ جزئیات ہر زمانے میں ضرورت پڑنے پر تبدیل کی جا سکتی ہیں۔ یہی اپنے زمانے کے لئے شریعت ہیں۔ (مقام حدیث ج ا ص ۳۹۱ شائع کردہ ادارہ طلوعِ اسلام کراچی)

۲- اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی متعین فرمودہ جزئیات کو قرآنی جزئیات کیطرح قیامت تک واجب الاتباع (یعنی ناقابل تغیر و تبدل) رہنا تھا تو قرآن نے ان جزئیات کو بھی خود ہی کیوں نہ متعین کر دیا۔؟ یہ سب جزئیات ایک ہی جگہ مذکور اور محفوظ ہو جاتیں۔ اگر خدا کا منشا یہ ہوتا کہ زکوٰۃ کی شرح قیامت تک کے لئے اڑھائی فیصد ہونی چاہیئے تو وہ اسے قرآن میں خود نہ بیان کر دیتا۔ اس سے ہم ایک نتیجہ تک پہنچتے ہیں کہ یہ منشائے خداوندی تھا ہی نہیں کہ زکوٰۃ کی شرح ہر زمانے میں ایک

---

[1] جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی داخل ہیں۔ اسی لئے پرویز نے قرآنی اصول کو متشکل کرنے کے سلسلہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ "والذین معہ" کا بھی اضافہ کیا ہے۔

© rasailojaraid.com

ہی رہے۔ (مقام حدیث ج ۲ ص ۲۹۲ و ۲۹۳ شائع کردہ ادارہ طلوع اسلام کراچی)

ساری شریعت میں رد و بدل ۱۔ قرآن کے ساتھ انسان کو بصیرت عطا ہوتی ہے۔ اس لئے جن امور کی تفصیل قرآن نے خود بیان نہیں کی ان کی تفصیل قرآنی اصولوں کی روشنی میں از روئے بصیرت متعین کی جائے گی یہی رسول اللہ نے کیا اور ہمارے لئے بھی ایسا کرنا منشائے قرآنی اور سنت رسول اللہ کے عین مطابق ہے۔ اس باب میں اخلاق، معاملات اور عبادات میں کوئی تفریق و تخصیص نہیں اگر تفریق مقصود ہوتی تو عبادات کی جزئیات قرآن ہی متعیّن کر دیتا۔ (مقام حدیث ج ۱ ص ۲۲۴)

۲۔ جس اصول کا میں نے اپنے مضمون میں ذکر کیا ہے وہ قانون اور عبادات دونوں پر منطبق ہوگا۔ یعنی اگر جانشین رسول اللہ (قرآنی حکومت) نماز کی کسی جزئی شکل میں جس کا تعین قرآن نے نہیں کیا اپنے زمانے کے کسی تقاضے کے ماتحت کچھ رد و بدل ناگزیر سمجھے تو وہ ایسا کرنے کی اصولاً مجاز ہوگی۔ (قرآنی فیصلے از پرویز ص ۱۴ و ۱۵ شائع کردہ ادارہ طلوع اسلام کراچی)

چند قرآنی اصطلاحات

۱۔۔۔ ربّ کے معنی خدا کا قانون ربوبیت جو تمام کائنات میں جاری و ساری ہے۔

۲۔۔۔ ربوبیت کے معنی کسی شئے کا کامل نشوونما پا کر اپنی تکمیل کو پہنچ جانا یعنی اسکی مضمر صلاحیتوں کا پورے طور پر نشوونما پانا۔

۳۔۔۔ حق کے معنی کسی عمل کا تعمیری پہلو جو ٹھوس نتائج کی شکل میں سامنے آئے اور اپنی جگہ پر اٹل رہے۔

۴۔۔۔ باطل کے معنی کسی عمل کا تخریبی پہلو جو منفی نتائج پیدا کرے۔

۵۔۔۔ ارض کے معنی انسان کی معاشی زندگی، وسائل پیداوار۔

۶۔۔۔ سماء کے معنی خدا کا کائناتی قانون جو از خود جاری و ساری ہے۔

۷۔۔۔ طیبات کے معنی زندگی کی خوشگواریاں۔

۸۔۔۔ فضل کے معنی سہولتیں۔

۹۔۔۔ حسنات انسانی ذات اور معاشرہ میں ٹھیک ٹھیک تناسب قائم رکھنے والا پروگرام۔

۱۰۔۔۔ سیّات کے معنی انسانی ذات اور معاشرہ کا توازن بگاڑنے والا پروگرام۔

۱۱۔۔۔ اعمال صالحہ کے معنی انسانی ذات اور معاشرہ میں ہمواریاں پیدا کرنے والا پروگرام۔

© rasailojaraid.com

۱۲۔ فساد — کے معنی وہ پروگرام جو انسانی ذات اور معاشرہ میں ناہمواریاں پیدا کردے۔

۱۳۔ عدل — کے معنی ہر شے کو صحیح حالت اعتدال پر رکھنا۔

۱۴۔ احسان — کے معنی یہاں کسی فرد یا معاشرہ کی کسی قوت میں کوئی کمی آجائے اسے پورا کرکے معاشرے کے توازن کو قائم رکھنا۔

۱۵۔ تقویٰ — کے معنی معاشی پروگرام کو مستقل اقدار کے ساتھ ہم آہنگ رکھنا اور اس طرح فرد اور معاشرہ کو خوف اور حزن سے محفوظ کرلینا۔

۱۶۔ اقام الصلوٰۃ — کے معنی معاشرہ کو ان بنیادوں پر قائم کرنا جن پر "ربوبیت نوع انسانی" (رب العالمین) کی عمارت استوار ہونی چاہئے۔ قلب و نظر کا وہ انقلاب جو اس معاشرہ کی روح ہے۔

۱۷۔ ایتاء زکوٰۃ — نوع انسانی کی نشوونما کا سامان بہم پہنچانا۔

۱۸۔ فی سبیل اللہ — نوع انسانی کی ربوبیت کے حصول کی راہیں۔

۱۹۔ بخل — کے معنی "انفاق" کے مقابلہ میں اجتماعی مفاد کے بجائے انفرادی مفاد کا نظریہ۔

۲۰۔ انفاق — ایسا نظام جس میں ایک طرف سے افراد کی محنت کا ماحصل آتا جائے اور دوسری طرف سے "مفاد عامہ" کے لئے نکلتا جائے۔

۲۱۔ ربانیین — نظام ربوبیت کی حامل جماعت۔

۲۲۔ ایمان بالغیب — کے معنی خدا کے نظام ربوبیت کے ان دیکھے نتائج پر یقین رکھنا۔

(نظام ربوبیت ص ۸۵ تا ۸۸)

انکار حدیث: مسلمانوں کو قرآن سے دور رکھنے کے لئے جو سازش کی گئی اس کی پہلی کڑی یہ عقیدہ پیدا کرنا تھا کہ رسول اللہ کو اس وحی کے علاوہ جو قرآن میں محفوظ ہے ایک اور وحی بھی دی گئی تھی جو قرآن کے ساتھ بالکل قرآن کے ہم پایہ (مثلہ معہ) ہے۔ یہ وحی روایات میں ملتی ہے، اس لئے روایات عین دین ہیں۔ یہ عقیدہ پیدا کیا اور اس کے ساتھ ہی روایات سازی کا سلسلہ شروع کردیا گیا اور دیکھتے ہی دیکھتے روایات کا ایک انبار جمع ہوگیا۔ اس طرح اس دین کے مقابل جو اللہ نے دیا تھا ایک اور "دین" مدون کرکے رکھ دیا۔ اور اسے "اتباع سنت رسول اللہ" قرار دے کر امت کو اس میں الجھا دیا۔ (مقام حدیث ج ۱ ص ۴۲۱)